پروفیسر سید فخرالحسن

مقالاتِ قرآنی

علامہ سید سلیمان ندوی کے تحقیقی مقالات کئی جلدوں میں منظر عام پر آچکے ہیں۔ اس سلسلے میں دارالمصنفین اعظم گڑھ اور مطبع معارف نے جو قابل قدر کردار ادا کیا ہے وہ ہماری تہذیبی و ثقافتی تاریخ میں ایک روشن باب کی حیثیت رکھتا ہے لیکن یہ بات قابل افسوس ہے کہ پاکستان میں اب تک کسی تصنیفی و تالیفی ادارے نے یہ ضرورت محسوس نہیں کی کہ علامہ موصوف کے بصیرت افروز علمی و تاریخی مقالات کی اشاعت کا حق ادا کیا جاتا۔

پیشِ نظر مقالہ سید صاحب کے بصیرت افروز علمی و تاریخی مقالات کا حاصلِ مطالعہ ہے جو مذہبی نوعیت کے موضوعات پر تحریر کئے گئے تھے۔ شاہ معین الدین احمد ندوی نے ان تحریروں کو "مقالاتِ سلیمان" کے نام سے جلد سوم میں یکجا کیا ہے اور مطبع معارف اعظم گڑھ سے ۱۹۷۱ء میں ان کی اشاعت ہوئی ہے لیکن کتابی صورت میں آنے سے پہلے یہ مقالات موجودہ صدی کے ابتدائی عشرے سے نصف صدی تک کے عرصے میں "الندوۃ" اور "معارف" جیسے ممتاز جریدوں کی زینت بن چکے تھے۔

مقالاتِ سلیمان کی جلد اول تاریخی موضوعات سے تعلق رکھتی ہے۔

مقالاتِ سلیمان کی جلد دوم حدیث و محدثین کے موضوعات پر مشتمل ہے۔

مقالاتِ سلیمان کی جلد سوم قرآنیات پر ہے۔

اس مجموعہ کا پہلا مقالہ علوم قرآن کے موضوع پر ہے اس تحقیقی موضوع میں انہوں نے محققین کی قابلِ

قدر خدمات کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کے ساتھ جو اعتنا کیا ہے اور اس سے متعلق جو خدمات انجام دیں ان کو حسبِ ذیل جلی تقسیم کر سکتے ہیں ۔

(۱) تشریح مسائلِ عامہ متعلقہ قرآن ، مثلاً کیفیتِ نزول کتابتِ قرآن ، قرآت و تجوید۔

(۲) تدوین علوم متعلقہ قرآن مثلاً علم الامثال ، علم الاعراب ، علم المجاز

(۳) تفسیر معانی و الفاظِ قرآن مثلاً کتبِ تفاسیر عامہ

موصوف نے تحقیقی طور پر قرآن پاک سے متعلق جن علوم کا حوالہ دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں ۔

(۱) رسوم القرآن (۲) تجوید القرآن (۳) اعجاز القرآن (۴) مصادر القرآن (۵) افراد القرآن (۶) مفردات القرآن (۷) غرائب القرآن (۸) معانی القرآن (۹) اعجاز القرآن (۱۰) مجاز القرآن (۱۱) تشبیہ القرآن (۱۲) امثال القرآن (۱۳) امثلۃ القرآن (۱۴) جامع القرآن (۱۵) اسباب النزول (۱۶) مبہمات القرآن (۱۷) متشابہ القرآن (۱۸) اقسام القرآن (۱۹) مناسبۃ الآیات والسورۃ (۲۰) مطالع القرآن (۲۱) اعلام القرآن (۲۲) احکام القرآن (۲۳) جواہر القرآن (۲۴) نجوم القرآن ۔

یہ اور کئی دوسرے علوم اور متعلقہ کتابیں ایسی ہیں جن کے حوالے سے سید صاحب نے اپنے قابلِ قدر مقالات میں وہ علمی شان پیدا کی ہے کہ اردو زبان میں اس نوعیت کا کام ایک مثالی کارنامے کا درجہ رکھتا ہے ۔

دوسرا مقالہ "اسماء القرآن" کے بارے میں ہے جس کی ابتداء اس جملہ معترضہ سے ہوئی ہے کہ "عام مسلمانوں کو قرآن مجید کے ناموں کی تحقیق معلوم نہیں" ۔

غیر مسلم اہلِ قلم اور کچھ مذہبی شخصیات نے قرآن مجید کے نام کی جو توجیہ پیش کی ہے سید صاحب نے بڑے مضبوط اور منضبط اور تحقیقی حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کیا ہے کہ جس طرح قرآن کے الفاظ و معانی الہامی ہیں اس کے نام بھی الہامی ہیں ۔ جس طرح قرآن کو بلا تحریف و تبدیل اور بلا زیادت

ان تمام ذیلی عنوانات پر سید صاحب نے سیر حاصل روشنی ڈالی ہے ۔ ہم یہ اعتراف بھی کیا جائے کہ علمائے اسلام نے قرآن مجید کے ہر پہلو سے متعلق اتنے علوم مدون کیے ہیں اور اس قدر کتابیں تصنیف کی ہیں کہ ان سب کا سراغ لگانا بہت ہی مشکل کام ہے ۔

ونقص دائمی وجود عطا ہوا ہے اسی طرح اس کے نام بھی دائم الوجود ہیں۔

جہاں تک اسماء القرآن کے کثیر التعداد ہونے کا سوال ہے اور جیسا کہ قرآن مجید میں کلام ربانی سے بھی جس کی شہادت ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے کئی صفاتی اسمائے صفات سے کتاب اللہ کو مزین فرمایا ہے۔ علامہ ابوالمعانی اور دوسرے محققین نے پچاس سے اوپر یعنی ۵۵ نام گنوائے ہیں جن میں سے بیشتر کا حوالہ سید صاحب نے اس مقالہ میں دیا ہے۔ مثلاً کتاب اللہ، کلام اللہ، کتاب الحکیم کتابِ عزیز، کتابِ مبارک، کتاب المبین، کتابِ منیر، احسن القصص اور احسن الحدیث وغیرہ۔

سید صاحب نے ناموں کی کثرت کے بارے میں بڑی پیاری دلیل پیش کی ہے لکھتے ہیں کہ " دنیا میں قاعدہ ہے کہ لوگ جس چیز کو محبوب رکھتے ہیں اس کے ایک نام پر ان کو قناعت نہیں ہوتی بلکہ محبت اور پیار سے اس کو سیکڑوں ناموں سے یاد کرتے ہیں اس کے ایک ایک نام کو بیسیوں بار دہراتے ہیں۔ ہر قوم اور ہر شخص کی زبان اور استعمال اس دعوے کے لئے شاہدِ عدل ہے، جس قوم میں جو چیز زیادہ محبوب ہوتی ہے جس چیز کی زیادہ احتیاج ہوتی ہے اس کے لئے اس کی زبان میں کثرت سے الفاظ ہوتے ہیں جس شخص کو جو چیز زیادہ پیاری ہوتی ہے زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کا نام بار بار لیتا ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں جس کثرت اور جس تکرار سے قرآن مجید کے نام لئے ہیں کیا اس سے بھی یہی نتیجہ نہیں مستنبط ہوتا"

قرآن مجید کے مخصوص ناموں میں ایک نام "فرقان" ہے۔ اس نام کے سلسلے میں قرآن کریم کے انگریزی ترجمے کے ایک مترجم جارج سیل نے کتاب کے دیباچے میں عبرانی علماء کی شہادتوں کی بنا پر یہ رائے قائم کی کہ فرقان عبرانی سے ماخوذ ہے۔ یہود اپنی مذہبی کتاب کے اجزاء اور حصوں کو فرقہ اور فرق کہتے تھے۔ اسی لفظ سے اسلام نے اپنی مذہبی کتاب کے لئے "فرقان" کا لفظ اخذ کیا ہے۔

مولانا سلیمان ندوی نے جارج سیل کے جواب میں دلیل تو یہ پیش کی کہ" فرقہ اور فرق یہود تورات کے ایک جز یا ایک باب کو کہتے ہیں۔ اگر فرقان، فرقہ یا فرق سے ماخود ہوتا تو زیادہ سے زیادہ وہ سورۃ کے مقام پر بولا جاتا۔ لیکن اسلام کل قرآن مجید کو فرقان کہتا ہے۔

دوسری وزنی دلیل میں آیات قرآنی کے حوالوں سے مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ فرقہ اور فرق عربی زبان میں بھی اسی معنی میں آتے ہیں۔ ایسی حالت میں اسلام کو کیا ضرورت تھی کہ وہ ان دو مستعمل لفظ یعنی فرقہ اور فرق کو چھوڑ کر ان سے ایک دوسرا غیر مستعمل لفظ یعنی فرقان پیدا کرے۔

اس تحقیقی بحث کو سمیٹتے ہوئے سید صاحب لکھتے ہیں کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ قرآن اپنے ہر معنی کی تفصیل آپ کرتا ہے اس لئے فرقان کے معنی بھی ہم کو خود ڈھونڈنا چاہیئے۔

آگے چل کر موصوف نے یہ وضاحت کی ہے کہ "فرقان" مصدر ہے اور فارق اس کا مشتق جس کے معنی فیصلہ کن یا ممیز کے ہیں پھر کئی آیات قرآنی کے حوالے دیکر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ "فرقان" کے معنی فیصلہ کرنے یا فیصلہ کرنے والے کے ہیں، جب کسی کتاب کو فرقان کہا جائے گا تو اس کے معنی حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب کے ہوں گے"۔

"فرقان" پر تحقیقی نظر ڈالنے کے بعد سید صاحب نے "مصحف" کو موضوع تحریر بنایا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: قرآن مجید کو 'مصحف' بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ نام قرآن مجید میں نہیں آیا اس لئے یہ قرآن کا الہامی نام نہیں ہے اس بارے میں جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ کچھ یوں ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں جب قرآن مجید کاغذ پر مجموعی طور سے لکھا گیا تو صدیق اکبرؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ اس کے لئے کوئی مناسب نام تلاش کرو کچھ کی رائے ہوئی کہ اس کا نام "سفر" رکھا جائے لیکن اکثر لوگوں نے اس کو ناپسند کیا وجہ یہ تھی کہ یہود بھی اپنی مذہبی کتب کو "سفر" کہتے تھے۔

(۲) صحابہ میں وہ لوگ جنھوں نے حبشہ کا سفر کیا تھا انھوں نے اہل حبشہ کو اپنی مذہبی کتب کو 'مصحف' کہتے سنا تھا اس لئے (باختلاف روایات) ان حضرات نے عموماً یا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یا سالم غلام ابو حذیفہ نے کہا کہ اس کا نام "مصحف" رکھا جائے۔ لوگوں نے پسند کیا اور اس وقت سے قرآن مجید کو "مصحف" کہا جانے لگا۔

سید صاحب نے ان روایات سے انحراف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"ہمارے نزدیک صحابہ کرامؓ کا قرآن مجید کو مصحف کہنا صرف اہل حبشہ کی تقلید و متابعت پر مبنی نہ تھی ورنہ ظاہر ہے کہ جب انہوں نے یہود کے تشابہ سے بچنے کے لئے قرآن کا نام "سفر" نہیں رکھا تو اہل حبشہ کی تقلید میں جو عیسائی تھے قرآن کو مصحف کیوں کہتے بلکہ اصلی وجہ یہ ہے کہ مصحف صحاف کا صیغۂ مفعول ہے۔ اصحاف صحیفہ سے ماخوذ ہے۔ صحیفہ چند اوراق کو کہتے ہیں۔ اصحاف کے معنی اوراق بندی، یعنی منتشر اوراق کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کرنے کے ہیں۔ اسی بناء پر مصحف اوراق کو کہتے ہیں جو مرتب کر کے کسی کتاب کی

صورت میں جمع کر دیئے جائیں"۔

اپنے طویل تحقیقی مقالے کے آخری حصے میں سید صاحب نے آیاتِ قرآنی کے حوالے دیکر یہ وضاحت کی ہے کہ قرآن کا مشہور تر اور حقیقی نام قرآن ہے اور خود قرآن کہتا ہے کہ میں قرآن ہوں اس کے بعد اس لفظ کے اختلافِ قرأت پر بحث کی ہے ۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف فرماتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ صحیح قرأت قُرآن ہے نہ کہ قرآن ۔

جن دل آویز اور فکر انگیز و بصیرت افروز عبارات پر مقالہ اختتام کو پہنچتا ہے اس کو دہرانے سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ سید صاحب نے یہ مقالہ ۱۹۱۱ء میں سپرد قلم کیا تھا ۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کا قرآن یعنی جامع سے بہتر نام نہیں ہوسکتا مذہبِ اسلام دنیا کا کامل مذہب ہے ۔ اس لئے اس کی کتاب کو جامع ہونا چاہیئے ۔ تورات قانون ہے ، انجیل اخلاق ہے اور زبور حمد وثنا اور مناجات ہے لیکن قرآن قانون بھی ہے ، قرآن اخلاق بھی ہے ، قرآن ادعیہ و مناجات بھی ہے ۔ قرآن تمام دنیا کی مذہبی کتابوں کا خلاصہ بھی ہے ۔ قرآن تمام آسمانی صحف کی رُوح ہے ۔ قرآن انسان کی ہر قسم کی حاجتوں کا سامان ہے ، قرآن ہر قسم کی ضروریات کا کفیل ہے ، قرآن دین و دنیا کی ہر راہ کا مشعل ہے ، قرآن عقائد عبادات ، معاملات ، روحانیات ، اخلاق ، قانون ، تمدن ، معاشرت ، سیاست غرض ہر قسم اور ہر نوع کی تعلیمات اور اس کے اصول و فروع کا جامع ہے ۔ کیا اس جامعیت میں دنیا کی کوئی مذہبی کتاب اس کا مقابلہ کر سکتی ہے اور اگر نہیں کر سکتی تو ایسی حالت میں قرآن کا قرآن سے بڑھ کر کوئی جامع نام دوسرا نہیں ہوسکتا ۔

علوم القرآن ، اور اسماء القرآن کے بعد ایک شاہکار مقالہ "مکررات القرآن" کے موضوع پر ہے ۔

مخالفینِ اسلام قرآن مجید کے اسلوب بلاغت پر یہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ اس میں مکرر آیتیں کیوں ہیں ؟ سید صاحب نے اس کا تفصیلی مبسوط جواب دیا ہے سید صاحب نے اس اعتراض کے مدلل جواب میں سب سے پہلے علامہ کرمانی المتوفی ۵۸۶ھ کے رسالے کی نشاندہی فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ علامہ موصوف نے رسالہ مذکور میں اپنا نظریہ یہ قرار دیا ہے کہ "قرآن میں کوئی مکرّر بات نہیں ہے ۔ جہاں جہاں قرآن مجید میں بظاہر ایک ہی معنی مکرّر معلوم ہوتے ہیں وہاں یہ ثابت کیا ہے کہ درحقیقت معنی مختلف ہیں اس لئے یہ اعتراض بھی غلط ہے کہ قرآن مجید میں ایک ہی بات بار بار آتی ہے"۔

اعتراض کا ایک اور لطیف جواب مثنوی رومی سے اخذ کیا ہے مولانا روم کہتے ہیں کہ "ہم روزانہ دن اور رات ایک ہی کھانا کھاتے ہیں۔ اور ایک قسم کا پانی پیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم کھانا کھاتے یا پانی پیتے ہیں تو ہم کو ایک نئی بھوک اور نئی پیاس معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ہر وقت کے پانی میں ہم کو ایک نیا لطف ملتا ہے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ وہی پانی ہے جو ہم بار بار پی چکے اب اس میں کیا مزہ رہا اسی طرح جو لوگ تشنۂ ایمان ہیں اور جن کو سرچشمۂ ایمان کی تلاش میں ہے ان کو ہر آیت میں ایک نیا لطف ملتا ہے"۔

سید صاحب نے اس مقالہ میں ممتاز علمائے دین مثلاً جناب شریف المرتضیٰ، حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا آزاد بلگرامی کی تحقیقی نگارشات سے حوالوں اور قرآن پاک کی آیتوں سے معنوی تکرار، لفظی تکرار، تکرار قصص اور فرائض و عقائد کی تکرار پر سیر حاصل بحث کی ہے اور آخر میں یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ:
"علوم القرآن دراصل ایک بحر ناپید کنار ہے۔ اس قسم کے نکتے صرف اس دریا کے چند حباب ہیں"۔

تکرات قرآن کے بعد کا مقالہ "ارض حرم اس کے احکام و مصالح (قرآن مجید کی نظر میں) کے موضوع پر ہے جس کا مقصد و مدعا یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ "ارضِ حرم" اسلام کا دینی مرکز ہے۔ اس کا گوشہ اسلام کا معبد اور مسلمانوں کا مشہد ہے۔ ارضِ حرم جس دن ارضِ حرم بنی اسی دن اسی کی یہ خصوصیت عیاں کردی گئی کہ وہ صرف رکوع و سجود کا آستانہ اور اعتکاف و طواف کا مقام ہے اور انہی بندگانِ حق کا مسکن ہے جن کی زندگیاں راہِ خدا پرستی میں وقف ہیں اور جو حیاتِ ابدی کے طالب اور جویاں ہیں"۔

پانچواں مقالہ "پیغامِ امن یعنی محبتِ الٰہی اور مذہبِ اسلام" پر ہے جس میں اسلام کی حقانیت انسان دوستی اور عالم گیر امن و آشتی کے سلسلے میں اسلامی فکر و عمل کا تجزیہ کرتے ہوئے اس موقف کی وضاحت و صداقت کی گئی ہے کہ اسلام دنیا میں اس وقت صلح و امن کا جھنڈا اٹھاتا آیا ہے جب دنیا خاک و خون میں لتھڑی ہوئی تھی۔

اس مقالے میں سید صاحب نے مخالفینِ اسلام اور خصوصاً یورپ کے متعصب معترفین کی تمام الزام تراشیوں کا جواب بڑے مضبوط دلائل سے دیا جاتا ہے۔ جا بجا قرآن حکیم کے حوالوں اور دوسری الہامی کتابوں کے ماخذات سے یہ مقالہ واقعی اپنی مثال آپ ہے۔

القرآن والفلسفۃ الجدیدۃ، مسئلہ ارتقاء اور قرآن مجید، ایمان بالغیب، قرآن مجید پر تاریخی اعتراضات

اساطیرالاولین، تذکار نزول القرآن، روزہ، ایام صیام پر نظر ثانی، لفظ صلوٰۃ قرآن شریف میں خلیل اللہ کی بشریت، ذبح عظیم، قربانی کا اقتصادی پہلو، سود اور صحف انبیاء قیامت، تحریم شرالیب، اسلام اور اجبر و قدر وہ موضوعات میں جو سپرد قلم کئے گئے ہیں۔ یہ مقالات یقیناً ایسے نہیں کہ ان کو رواروی میں پڑھا جائے۔

شاہ معین احمد ندوی نے ان مقالات کے دیباچے میں بجاطور پر تحریر فرمایا ہے کہ "ان سب کی شان علمی و تحقیقی ہے اس میں خالص مذہبی مضامین بھی ہیں۔ کلام مجید کے بعد احکام کے حکم و مصالح کی وضاحت و تشریح بھی ہے۔ غیر مسلموں کے اعتراضات بھی ہیں اور موجودہ دور کے خودساختہ مجتہدین کے اجتہادات کی تصحیح بھی ہے اور بعض جدید نظریات اور ان کے متعلق کلام مجید کے بیانات میں تطبیق بھی ہے۔ اس حیثیت سے یہ رنگارنگ مضامین کا گلدستہ ہے اس کے بیشتر مضامین کسی نہ کسی پہلو سے کلام مجید سے متعلق ہیں۔ اس لئے اس کو مقالاتِ قرآنی بھی کہتے ہیں۔

(۱) علامہ سید سلیمان ندوی کے یہ مقالاتِ قرآنی زیادہ تر دورِ جوانی کی تحریروں پر مشتمل ہیں تاہم ان میں جو تحقیق گہرائی و گیرائی ہے وہ یہ ظاہر کرتی ہے کہ موصوف نے اپنے زمانہ طالب علمی میں ہی قرآن و حدیث تفاسیر، فقہ، اور دوسرے علوم اسلامی کے علاوہ عربی زبان و ادب کا عمیق مطالعہ کیا تھا۔

(۲) اسلامی کتب کے مقالا نگار نے جابجا تورات و انجیل اور زبور جیسی مذہبی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ جو تقابلی تنقید اور تقابلی تجزیے میں بڑے مفید ثابت ہوئے ہیں۔ اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مقالات سپرد قلم کرنے سے پہلے سید صاحب نے دوسرے مذاہب کی کتابوں کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا۔

(۳) مقالات میں مغربی اہل قلم اور ممتاز مستشرقین کی تحریروں کی جھلکیاں بھی ملتی ہیں۔ جن میں سے بیشتر ان تعصبات اور تنگ نظری کی آئینہ دار ہیں۔ جو اسلام دشمنی اور ملتِ اسلامیہ میں ذہنی انتشار پیدا کرنے کے لئے روا رکھی گئی ہے۔ سید صاحب نے تمام اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ عربی

حاشیہ صفحہ گذشتہ: ۱ ، ۲ یہ دو مقالات جس زاویہ فکر کے آئینہ دار ہیں وہ سید صاحب کے مذاقِ قرآن فہمی کے ترجمان ہیں سید صاحب نے اس زاویہ فکری سے بہت جلد علیحدگی اختیار کی تھی اور اکابرِ سلف کی فکری جہات کے پابند ہو گئے تھے۔

(بقیہ صفحہ ۴۰ پر)